رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ے
سہ ماہی .... عثمانی

ہفتہ وار مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے، ال ال بی (عثمانیہ)

قیمت فی پرچہ (۲ر)

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد ۳ | ۱۷ آذر ۱۳۵۳ف | ۲۳ شوال ۱۳۶۲ھ | ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر (۲۸)

ہندوستان کا سیاسی تعطل

مسٹر راجگوپال چاری کی تجویز

اور اس کا ردِ عمل

مسٹر راجگوپال چاری کی یہ اپیل کہ جو لوگ جیل سے باہر ہیں انہیں کوئی جدید اقدام کرنا چاہیے صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ اور بعض حلقوں میں تو اس کی سخت مخالفت کی گئی۔ راجہ جی کی تجویز کا جو ردِ عمل ہوا اس سے ملک کے سیاسی جذبات کا پتہ چلتا ہے۔

جس طرح راجہ جی کی تجویز کے دو حصے تھے سیاسی اور فرقہ واری اسی طرح اس پر جو ردِ عمل ہوا وہ بھی سیاسی اور فرقہ واری بنیادوں پر مبنی ہے۔ جو لوگ راجہ جی کی اس رائے کے مخالف ہیں کہ مسٹر جناح جو چاہتے ہیں انہیں دے دیا جائے ان کی رائے میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے یہ لوگ ہندوستان کی تقسیم کے خلاف ہیں۔ اگرچہ ہندو مہاسبھا مسلم لیگ سے متعلق راجہ جی کی روش سے اختلاف رکھتی ہے مگر بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ لیگ اور کانگریس میں کسی طرح سمجھوتہ ہو جائے تاکہ اس سے ہندوستان سیاسی ترقی کر سکے۔ یہ مکتب خیال سیاسی اعتبار سے ہر تجویز پر غور کرنے کو تیار ہے۔

لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ مکتب خیال جس کی کانگریس کے قائم مقام کی حمایت حاصل ہے راجہ جی کی تجویز کا گرمجوشی سے خیر مقدم نہیں کر رہا ہے کیونکہ ... بعض لوگوں کو ایک خوش آئند مستقبل کی توقع ہے۔

ایک اندیشہ

مسٹر راجگوپال چاری کے نقادوں نے جو رائے ظاہر کی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں برطانیہ کی نیت پر شبہ ہے اور دوسری طرف انہیں یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر ایسے انتشار کی حالت میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس سے ملک کے مستقل مفادات کو نقصان پہونچے گا۔ اس خیال میں ایک طرح کی سیاسی بت پرستی مضمر ہے یعنی یہ تاثر کہ جو لوگ جیل سے باہر ہیں انہیں سمجھوتہ کا وہ اختیار حاصل نہیں ہے جو برطانیہ حق ان لوگوں کو حاصل ہے جو جیل میں ہیں۔

بعض لوگوں نے یہ دریافت کیا ہے کہ کیا کرپس کی پیشکش اب بھی باقی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب سر اسٹافورڈ کرپس گذشتہ سال ہندوستان سے روانہ ہوئے تھے اس وقت انھوں نے یہ اعلان کیا کہ یہ پیشکش واپس لے لی گئی۔ لیکن ان کے انگلستان پہونچنے کے بعد مستند سرکاری اعلانات میں کہا گیا کہ حکومت برطانیہ کرپس کی تجاویز کے مطابق مسئلہ ہند پر غور کرنے تیار ہے۔ یہ استدلال کیا جا رہا ہے کہ اس اطمینان دہانی کے یہ معنی ہیں کہ برطانوی ارباب اقتدار کرپس کی گفت و شنید کے احیا پر آمادہ ہیں۔ لیکن یہ اعلانات ایک سلبی نقطہ نظر کو ظاہر کرتے ہیں۔

برطانیہ کی نیت

جو لوگ برطانیہ کی نیت پر شبہ کرتے ہیں وہ مسٹر برنڈن براکن کی "برٹ وان" والی تقریر اور خاص کر برٹش پارلیمن کے خیالات کا حوالہ دیتے ہیں۔ ان ریمارکس اور "برٹ وان" کے نظریہ کی سرکاری تردید کی عدم موجودگی میں اکثر ہندوستانی اس نتیجہ پر پہونچے کہ برطانیہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ کرپس کی تجاویز یا ہندوستان کے سیاسی تعطل کو دور کرنے کے کسی فارمولا پر غور کرے گا بے سود ہے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مستقبل میں ترقی کی کوئی امید نہیں۔ ان کا یہ راسخ عقیدہ ہے کہ حکومت برطانیہ نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ ختم جنگ تک کچھ نہ کیا جائے۔ اس انتہا پسند مکتب خیال کی ترجمانی کرتے ہوئے مسٹر جن آر سرکار کہتے ہیں کہ "اس تعطل کا دارومدار اس امر پر ہے کہ حکومت اقدام کے لئے آمادہ ہے یا نہیں۔ اگر یہ آمادگی ظاہر ہو تو اکثر لوگ اس نتیجہ پر پہونچنے میں حق بجانب ہوں گے کہ کوئی تعطل نہیں ہے بلکہ ایک سیدھی پالیسی کا مظاہرہ ہے۔"

مسٹر سرکار اور ان کے ہم خیال اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ پیش قدمی حکومت کی جانب سے ہونی چاہیے لیکن مسٹر راجگوپال چاری کا یہ خیال ہے کہ گفت و شنید کی ابتدا ہندوستانیوں کی طرف سے شروع ہونی چاہیے اور برطانیہ سے زیادہ خود ہندوستان کا مفاد اس میں ہے کہ بہر صورت سمجھوتہ ہو جائے۔

قومی وقار

راجہ جی کے نقاد اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تحریک ستیاگرہ ناکام رہی اور اس وقت حکومت کا ہاتھ اونچا ہے لیکن قومی وقار کے نقطہ نظر سے کانگریس کا ... چاہیے اس کو تقدیر پرستی کہو یا مایوسی یا مسٹر گاندھی پر اندھا اعتقاد یہ احساس عام طور پر پایا جاتا ہے کہ اس وقت کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستانی مسئلہ کے تصفیہ کی ہم سے زیادہ حکومت کو ضرورت ہے اور موجودہ معاشی حالات اور متوقع فوجی کارروائیوں کا تقاضا ہے کہ سیاسی

بقیہ سلسلہ صفحہ [illegible]

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳	۱۷ آذر ۱۳۵۳ف	نمبر ۲۸

آنریبل مسٹر گرگسن سے اہلِ ملک کی توقع

اہلیان حیدرآباد کا یہ ایک دیرینہ مطالبہ رہا ہے کہ مملکت آصفیہ اور حکومت برطانوی ہند کے باہمی تعلقات خواہ ان کی نوعیت سیاسی ہو یا معاشی فریقین کے باہمی معاہدوں پر قائم ہیں۔ جہاں معاہدات کی تعبیر میں اختلافات کی صورت پیدا ہو تو بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں وہ ایک ثالثی کے ذریعہ سے اختلافات کی صورت نکالی جائے یا اگر فریقین خود یہ محسوس کریں کہ کوئی معاہدہ یا کسی معاہدہ کا کوئی جزو حالات حاضرہ کے تحت غیر موزوں یا ناقابل عمل ہے تو ایسی صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ فریقین باہمی سمجھوتہ اور رضامندی کے ساتھ بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر کوئی جدید معاہدہ کریں یا معاہدہ کے کسی جزو کو متروک قرار دیں۔ لیکن یہ صحیح نہ ہوگا کہ ایسے عمل درآمد کو جو معاہدہ کی اسپرٹ کے منافی ہو قانونا جائز قرار دیا جائے۔

دیرینہ امید قائم

سطور بالا میں ہم نے حیدرآباد کے ایک دیرینہ مطالبہ کو اختصار کے ساتھ پیش کر دیا ہے یہ وہ مطالبہ ہے جس کو حضرت آصف جاہ ثانی کے عہد سے آج تک بالا صرار اور باتکرار پیش کیا جاتا رہا ہے لیکن جس کی ہنوز کچھ شنوائی نہیں ہوئی۔ حق اہل حیدرآباد کو اس مطالبہ کے قانونا حق بجانب ہونے اور اخلاقا درست ہونے کا اس درجہ یقین ہے کہ عارضی ناکامیوں کے باوجود حیدرآباد اس مطالبہ سے کبھی دست بردار نہیں ہوا۔ نہ صرف یہی کہ حیدرآباد کو اس مطالبہ کی سچائی اور حق بجانب ہونے کا یقین راسخ تھا بلکہ اس کے ساتھ فریق ثانی یعنی خسرو دکن کے برطانوی حلیف کی انصاف پسندی اور خیر سگالی سے بھی اس کو نیک گمان رہا اور اب بھی ہے۔ چنانچہ حیدرآباد کی غور و فکر کرنے والی اکثریت آج بھی یہ توقع رکھتی ہے کہ اتحادیوں کی فتح حیدرآباد کے دیرینہ مطالبات کی تکمیل کا پیش خیمہ ثابت ہوگی جس کی توقع حیدرآباد کو اس عالمی جنگ میں گرم جوشانہ حصہ لینے پر آمادہ کرتی رہی اور کرتی رہے گی۔

ایک بھولے ہوئے معاہدہ کا فقرہ

آج ہمارا ذہن ایک ایسے معاہدہ کی جانب منتقل ہو رہا ہے جس کا ملک کی غذائی صورت حال سے براہ راست اور قریبی تعلق ہے۔ سنہ ۱۸۰۲ء کے تجارتی معاہدہ کے فقرہ نہم میں مندرجہ ذیل امور طے شدہ تھے۔

(۱) برطانوی ہند کے تاجروں کے لئے ممالک محروسہ سرکار عالی کے حدود میں داخلی تجارت ممنوع قرار دی جاتی ہے۔ یعنے یہ کہ اگر برطانوی ہند کے تاجر یہاں کوئی مال خریدیں تو وہ اس مال کو اندرون ممالک محروسہ فروخت نہیں کر سکتے۔

(۲) اجناس خوردنی کی برآمد اجازت نامہ کے بغیر ممنوع قرار دی جاتی ہے

(۳) برطانوی ہند کے تاجر یا ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندے ممالک محروسہ سرکار عالی میں صرف اتنا ہی غلہ خرید سکتے ہیں جو برطانوی امدادی فوج کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔

(۴) فریقین معاہدہ میں سے جس فریق کو غلہ کی ضرورت ہو وہ فریق ثانی سے اپنی ضروریات کے لئے غلہ طلب اور حاصل کرنے کا مجاز ہوگا اور ضرورت مند فریق کی فرمائش کی تکمیل فریق ثانی پر لازم ہوگی۔

معاہدہ سنہ ۱۸۰۲ء کے فقرہ نہم کے جو اجزا کو ہم نے اپنی زبان میں سطور بالا میں بلا کم و کاست پیش کر دیا ہے۔ ان سے جو امور مستخرج ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) حیدرآباد اس امر کا پابند ہے کہ برطانوی فوج کی غذائی ضروریات کی تکمیل کرے۔ فوج کی تعداد معاہدہ کے وقت غیر معین نہ تھی۔

(۲) ممالک محروسہ سرکار عالی سے غلہ کی برآمد حکومت سرکار عالی کی اجازت کے بغیر ممنوع قرار دی گئی۔

(۳) معاہدہ کے جس فریق کو غلہ کی ضرورت ہو فریق ثانی پر اس کی فراہمی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

برطانوی ہند انکار نہیں کر سکتا

اگر ہم نے تجارتی معاہدہ کے فقرہ نہم کی تعبیر صحیح طور پر کی ہے ——— اور ہمیں اس تعبیر کی صحت پر کوئی شبہ نہیں ——— تو حالات حاضرہ پر اس فقرہ کا انطباق اس طرح ہوگا کہ اگر برطانوی ہند کو ہماری فاضل پیداوار کی ضرورت لاحق ہو تو ہم اپنی فاضل پیداوار برآمد کرنے سے انکار نہیں کر سکتے۔ اسی طرح برطانوی ہند کی فاضل پیداوار کی اگر ہمیں ضرورت ہو تو حکومت برطانوی ہند ہمیں اس پیداوار کے دینے سے انکار نہیں کر سکتی۔ غذائی اجناس میں جوار اور باجرہ ہی صرف ایسے اجناس ہیں جو ہماری ضرورت سے زائد پیدا ہوتے ہیں لیکن چاول، گیہوں، روغن، گیاسلیٹ اور پٹرول وغیرہ جیسی اشیاء کی حد تک ہم برطانوی ہند کے محتاج ہیں۔ یعنے یہ کہ ان اشیاء کی حد تک حکومت برطانوی ہند ازروئے معاہدہ پابند ہے کہ وہ ہماری ضروریات کی تکمیل کرے۔ دوسرے الفاظ میں برآمد اور درآمد لازم و ملزوم ہیں یا یوں کہیئے کہ برآمد تابع ہے درآمد کے۔ اگر صرف ایک فریق پابند معاہدہ رہے اور دوسرا فریق اپنی معاہداتی ذمہ داری کو نظر انداز کر دے تو ایسا فریق قانون اور اخلاق کے نقطۂ نظر سے جادۂ حق پر نہیں سمجھا جا سکتا۔

ایک نمک اور الجھن

اس بحث کے ضمن میں ہمارے دماغ میں عالی جناب نواب صدر اعظم بہادر کی اُس تقریر کا ایک فقرہ بار بار کھٹک رہا ہے جو ہز ایکسلنسی نے جامعہ عثمانیہ کے حالیہ توسیعی لکچر کی صدارت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ ہز ایکسلنسی کا فقرہ یہ تھا۔

"فرض کیجئے ہم نے اپنے برآمدات روک دئے اور اس کے جواب میں نمک کی درآمد روک دی جائے تو غور کیجئے کہ کیا صورت حال پیدا ہوگی۔"

اگر اس فقرہ میں نمک کی مثال کے بجائے کوئی اور مثال دی گئی ہوتی تو بات صاف اور سیدھی تھی لیکن نمک کی مثال کی وجہ سے ہمیں ایک الجھن سی محسوس ہوئی جس کو ہم یہاں صاف کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نمک کا مسئلہ ایک خاص معاہدہ کا موضوع رہا ہے۔ حیدرآباد ایک نمک ساز ملک تھا اور جب سنہ ۱۸۷۶ء کے نمک کمیشن کی سفارشات کی بنا پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستانی نمک پر محصول عائد کرنے کا فیصلہ کیا تو اس وقت حیدرآباد برطانوی ہند میں نمک برآمد اور فروخت کرتا تھا۔ چند سال بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے آصف جاہ وقت سے درخواست کی کہ اگر حیدرآباد نمک کی برآمد کو روک دے تو ایسٹ انڈیا کمپنی بے حد ممنون ہوگی۔ یہ خواہش ایک عرصہ تک فریقین کے مابین موضوع گفت و شنید

...ی رہی۔ اور یا کار بعض شرائط اور تحفظات کے تحت
منظور کی گئی۔ لیکن اس منظوری سے حیدرآباد کا حق تک
سازی متاثر نہیں ہوا۔ اس تاریخی واقعہ سے اب تک ہمیں نظر
... دقتی میں خود مسٹر گیلسن محسوس فرمائیں گے کہ کوئی تک کی
... شامل موزوں نہیں ہے۔ لیکن وہ ایک بار معترضہ تھا۔

مسٹر گیلسن پر ملک کی نظریں

اصل بات جو ہمیں یہاں کہنی ہے وہ صرف
... ہے کہ حیدرآباد کو ایسی اشیاء کے درآمد کرنے کا قانونی
حق بھی حاصل ہے جن کی حد تک حیدرآباد خود کفیل نہیں
ہے۔ معاہدہ کے اس جزو کے اعادہ کی ضرورت محض
اس وجہ سے محسوس ہوئی کہ ہم برآمد کی خبریں اور برآمد
کی تائید میں استدلال تو سنتے آرہے ہیں لیکن درآمد کی
خبروں سے کان ناآشنا ہو چکے ہیں۔ کیا ہم یہ توقع کریں
کہ نو ذیل مسٹر گیلسن دہلی کی غذائی کانفرنس سے کچھ
... ان میں بھی لیتے آئیں گے؟

حیدرآباد کا مستقبل

لارڈ لنلتھگو کی تقریر کی روشنی میں

حیدرآباد نے ساحلی جنگ میں جو حصہ لیا ہے وہ
اس نظریہ پر مبنی ہے کہ وہ اقوام جو آزادی اور مساوات
کی علمبردار ہیں امداد کی مستحق ہیں۔ اس سے قطع نظر تاج برطانیہ
سے خسرو دکن و برار کے دوستانہ تعلقات کا تقاضا بھی یہی
تھا۔ ہندوستان کو یہ توقع دلائی گئی ہے کہ جنگ کے کامیاب
اختتام پر اسے وہی آزادی حاصل ہوگی جو فی الوقت ...
... اور جنوبی افریقہ کو حاصل ہے جب برطانوی ہند کو
اس نوعیت کی آزادی حاصل ہوگی تو کوئی وجہ نہیں معلوم
ہوتی کہ ایسی ریاستیں جو بلحاظ وسعت آبادی اور مالی
... کے ایک سیاسی وحدت کی حیثیت سے تمام ...
... کی سکت رکھتی ہیں اپنی سیاسی اور معاشی زندگی
... برطانیہ کے تحت آزاد ... ریاستوں نے
... مراعات سے محروم رہیں۔ دوسرے الفاظ میں ...
... خدمت ایک حیثیت کی ساتھ ... وفاقت ...
... کی جلائی ... حکومت ...
... ساحلی جنگ کے پیچھے کام کر رہے ہیں اس ...
حیدرآباد ... حاصل کرنے کے ... ہیں ...
... لنلتھگو نے بحیثیت وائسرائے ... تقریر میں
... ان ... کو مخاطب کرتے ہوئے چھوٹی چھوٹی ریاستوں
... ساحلی جنگ ... تو ہمیں خیال ہوا کہ
... حیدرآباد کے ساحلی جنگ ... ہیں۔

ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حیدرآباد بجا طور پر ایوان رہنما
میں شریک نہیں ہے۔ لیکن یہ وجہ اس لئے قابل لحاظ
نہیں معلوم ہوتی کہ وائسرائے بہادر نے اپنی تقریر میں بعض
ایسے مسائل کو چھیڑ دیا ———— مثلاً وفاق ———— جن کا
بالواسطہ یا بلاواسطہ اثر جملہ ریاستوں پر پڑ سکتا ہے۔ اس
لئے ہماری حیرت میں اضافہ ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں
کہ سلطنت آصفیہ کی رقمی، ہنستی، غذائی اور فوجی امداد کا جو
ہندوستان کی جملہ ریاستوں کی امداد سے بڑھی ہوئی ہے
تذکرہ غیر ضروری سمجھا گیا۔ اگرچہ یہ بات کوئی اہمیت نہیں
رکھتی اور امداد کا تذکرہ نہ کئے جانے سے ہماری امداد کی
قدر و قیمت گھٹ نہیں جاتی تاہم اس امداد کا تذکرہ نہ کئے
جانے سے ہمیں جو حیرت ہوئی اس کا اظہار ضروری تھا۔
وائسرائے بہادر نے اپنی تقریر میں بعض ایسے امور
کا تذکرہ کیا ہے جن پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ خطوط اور تاروں پر جو جدید
محصول عائد ہوا ہے یا اس محصول میں جو اضافہ ہونے والا
ہے اس کو ریاستوں میں بھی برداشت کیا جانا چاہئے۔ ہم
اس رائے یا مشورہ کی نسبت صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حیدرآباد
پر اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ حیدرآباد اپنا ذاتی ڈاک
رکھتا ہے۔

آپ نے ریاستوں کو دعوت دی ہے کہ وہ افراط زر
کی انسدادی تدابیر میں حکومت ہند سے تعاون کریں۔
ہندوستان کی معاشی حکمت عملی کے اثرات سے حیدرآباد
محفوظ نہیں ہے۔ اس لئے اہل حیدرآباد کا نیز دیگر ریاستوں
کا یہ ایک دیرینہ مطالبہ رہا ہے کہ معاشی حکمت عملی کے تعین
سے قبل ریاستوں سے مشورہ کیا جائے تاکہ تعاون ممکن
ہوسکے۔ حیدرآباد کو اس مطالبہ پر اصرار کرنے کا اس وجہ
سے بھی زیادہ حق پہنچتا ہے کہ ہندوستانی حیثیت میں
حیدرآباد ایک ناقابل نظرانداز وحدت ہے۔

وائسرائے بہادر نے ریاستوں کو اس امر کی بھی دعوت
دی ہے کہ وہ زیادہ غلہ اگاؤ کی مہم میں موثر اشتراک عمل کریں
سمجھا وائسرائے بہادر خسارہ والی مملکتوں کو ———— مثلاً
حیدرآباد ———— یہ بھی یقین دلاتے کہ ریاستوں کی غذائی
ضروریات کی تکمیل بروقت ہوا کرے گی۔

وائسرائے بہادر کی تقریر کا سب سے اہم ... حصہ
غیر ... وہ ہے ... آپ نے نظریہ وفاق اور نظریہ
پیرامونٹسی کا اعادہ فرمایا ہے۔ نظریہ پیرامونٹسی کو حالات
حاضرہ کے تحت ایک جدید اور ترقی پسند صورت میں پیش
کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تاج
... کہ تاج برطانیہ ریاستوں کی حفاظت کا ذمہ دار ...
اس امر کی ... چاہئے کہ جس چیز کی حفاظت کی جارہی
ہے وہ حفاظت کی مستحق ہے بھی یا نہیں۔ اس کے یہ معنے
ہوئے کہ ریاستوں کی حیات و ممات کا فیصلہ تاج برطانیہ ...

کی صورت یہ ہوا اور اس کے نتائج ... تیزی کے ساتھ جو
اہم معاہدات اتحادی تاریخ قصہ پارینہ ہو گیا۔ اس کے یہ
بھی معنے ہوئے کہ ملکہ وکٹوریہ کا مشہور اعلان جس کی تجدید ہر
تاجدار برطانیہ نے کی محض موقتی اہمیت رکھنے والے اعلانات
تھے۔ وائسرائے بہادر کی تقریر کے اس جزو پر تبصرہ کرتے
ہوئے ہز ہائنس جام صاحب نوانگر نے بجا طور پر ارشاد
فرمایا کہ یہ اعلان اہم اور دور رس نتائج کا حامل ہے۔ اس
کے بعد جام صاحب نے فرمایا کہ بعض بدگمان لوگ متفکر رہتے
ہیں کہ وقت آنے پر انگلستان اپنے دوستوں کا ساتھ چھوڑ
دے گا۔ اس خصوص میں جام صاحب نے وائسرائے بہادر
کے ذریعہ انگلستان کو یہ پیام دیا کہ روسائے ہند اب بھی انگلستان
سے حسن ظن رکھتے ہیں اور ان کا یہ غیر متزلزل ایقان ہے
کہ انگلستان اپنے مقدس مواعید سے روگرداں نہ ہوگا
جام صاحب کا یہ پیام تاریخ ماضی پر ایک اندوہگیں تبصرہ
ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ وفاقی نصب العین پر جمے
رہنے والے وائسرائے کا اصرار اور مسٹر ایمری کا یہ ارشاد کہ مسٹر شافورڈ
کرپس کا پیش کش ہنوز زندہ ہے آنے والے واقعات کی
نشان دہی کر رہے ہیں۔ جہاں ہماری یہ مخلصانہ تمنا اور دعا ہے
کہ خدا برطانیہ کو اس جنگ میں فتح دے وہاں ہماری یہ بھی دعا
ہے کہ خدا برطانیہ کو فتح کے نشہ سے محفوظ رکھے۔ یہ ایک نفسیاتی
کیفیت ہے جس پر پختہ کردار کے لوگ غالب آتے ہیں۔

ان حالات میں حکومت اور ملک کے غیر سرکاری
ارباب فکر کا فریضہ ہے کہ ساحلی جنگ میں اشتراک عمل کرتے
ہوئے حیدرآباد کے دستوری مستقبل کے عظیم الشان مسئلہ کو پیش
نظر رکھیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ محکمہ امور دستوری کو توڑ کر اس کی
اہمیت کو جو گھٹایا گیا ہے وہ ایک ایسا قدم تھا جس کو بہت
جلد واپس لینے کی ضرورت ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ نواب
علی یاور جنگ بہادر کی خدمات سے دیگر شعبہ جات نظم و نسق میں
استفادہ نہ کیا جائے لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ محکمہ امور دستوری
کو مزید تقویت پہنچائی جائے۔

وائسرائے بہادر کی تقریر کا ایک جزو حیدرآباد کے امراء اور
جاگیرداروں کے لئے خاص اہمیت اور دلچسپی کا حامل ہے۔ ایسے
جاگیرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے جو بعض ریاست ہائے ہند کا
جزو ہیں ہز ایکسلنسی نے فرمایا کہ جاگیرداروں کو یہ غلط طرح سمجھ لینا چاہئے کہ
ان کا یہ تصور کہ وہ آزاد ہیں یا آزاد رہ سکتے ہیں بالکل غلط ہے۔
اس صریح ارشاد کے بعد ان جاگیرداروں کو جو حکومت ہند سے
امیدیں وابستہ کئے بیٹھے تھے اپنے صحیح مقام پر آ جانا چاہئے۔ اور
جیسا کہ مجلس جاگیرداران حیدرآباد نے اپنی ایک حالیہ قرارداد میں
(جو ایک جدید ... صورت میں ابھی شائع ہو چکی ہے) اعلان کیا ہے
حیدرآباد کے جاگیرداروں کی تمناؤں کا مرکز ذات شاہانہ اور محض
ذات شاہانہ ہے۔ وائسرائے بہادر نے اس سے زیادہ جاگیرداروں کو
کسی موضوع قرار دیا ہے۔

اس موضوع پر جدید وائسرائے لارڈ ویول صاحب ... کیا
... توقع کرتے ہیں کہ ہز ایکسلنسی ... جن میں ... اپنی ...
... کو جلد ... نہیں کے جو کہ ... اظہار ... ہوتی
... اعلان ... اور دستوری کی رفاقت۔

ممالک محروسہ میں ۲۶۷ نئے مدارس کا قیام

شرح خواندگی میں اضافہ (۸۱۵۰۰) لڑکیاں زیر تعلیم ہیں

ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے مصارف ایک کروڑ پانچ لاکھ روپے سے زیادہ ہیں

سنہ ۱۳۵۱ ف میں (۲۶۷) نئے مدارس قائم ہوئے اور بمقابلہ سال گزشتہ طلبہ کی تعداد میں (۹۰۰۰) کا اضافہ ہوا۔ اس سال تعلیمات کے مصارف کی مقدار سابقہ سال کے مصارف سے ۵ لاکھ زیادہ رہی اور شرح خواندگی ۰.۲ فی صد سے اضافہ ہو کر ۲.۹۷ فی صد ہو گئی۔

ابتدائی تعلیم کو وسعت دینے اور ترقی دینے کے لئے ۴۹ مواضعات میں سربرآوردہ باشندوں پر مشتمل تعلیمی کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ آٹھ مختلف اضلاع میں تحتانی مدارس کے لئے ۱۵۰ عمارتیں دوران سال زیر تعمیر تھیں۔

اس سال زیر تعلیم لڑکیوں کی تعداد (۸۱۵۰۰) تھی۔ سال کے اختتام پر تعلیمی اداروں کی مجموعی تعداد ۵۰۴۹ تھی جن میں تقریباً ۲۶۵۰۰۰ طلبہ زیر تعلیم تھے۔

کلیاتی تعلیم کے اخراجات کے علاوہ تعلیم کے مصارف کی مقدار ایک کروڑ ۵ لاکھ تھی۔

سنہ ۱۳۵۱ ف میں مملکت حیدرآباد کی تعلیمی سرگرمیوں کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے۔

تحتانی تعلیم کو وسعت دینے کے پانچ سالہ لائحہ عمل کے بموجب ۹۴ سرکاری تحتانی مدارس قائم کئے گئے جن میں ۷۰ مدارس لڑکوں کے لئے ہیں اور ۲۴ لڑکیوں کے ہیں۔

۵۰ سرکاری مدارس کی جدید تنظیم ہوئی جن میں لڑکوں کے ۱۳۳ اور لڑکیوں کے ۲۴ مدارس شامل ہیں۔

ایک سرکاری اور تین مسلمہ تحتانی مدارس وسطانی مدارس میں تبدیل کئے گئے۔

ایک امدادی مدرسہ وسطانیہ کو مدرسہ فوقانیہ بنایا گیا۔

بالغوں کے لئے آٹھ مدارس قائم کئے گئے۔

پست اقوام کے مدارس کے لئے ایک انسپکٹر کا تقرر کیا گیا۔

پانچ سالہ لائحہ عمل کے تحت ضلع بیڑ میں تحتانی مدارس کی عمارت تعمیر کرنے کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔

لوکل فنڈ کے ذریعہ آٹھ اضلاع میں مدارس کے لئے عمارتیں تعمیر کی گئیں۔

موسم گرما کی تعطیلات میں اساتذہ کا علم تازہ کرنے والا نصاب نافذ کیا گیا۔

شرح خواندگی میں اضافہ۔

اس سال شرح خواندگی ۲۰ ۰ فی صد سے اضافہ ہو کر ۳ ۲۰ فی صد ہو گئی۔ لڑکوں کی حد تک یہ شرح ۳ ۳۰ ۴ اور لڑکیوں کی حد تک ۱.۴۰ فی صد تھی۔ کلیاتی تعلیم کے علاوہ تعلیم کے مصارف ۳۱۲۰۹۷۰ روپے سے اضافہ ہو کر ۱۰۵۳۷۴۳۹ روپے ہو گئے۔

ابتدائی تعلیم کے مصارف میں تقریباً ایک لاکھ عمارتوں کے مصارف میں تقریباً ۲ لاکھ اور فرنیچر اور دوسری ضروریات کے مصارف میں تقریباً تین لاکھ روپے کا اضافہ ہوا۔

ثانوی مدارس کی تعداد ۲۰۰ سے اضافہ ہو کر ۲۱۲ ہو گئی اور ان مدارس میں زیر تعلیم طلبا کی تعداد بھی ۷۹۶۸۰ کے بجائے اضافہ ہو کر ۸۰۵۴۲ ہو گئی۔ تحتانی مدارس کی تعداد ۴۳۸۰ سے اضافہ ہو کر ۴۵۰۵ ہو گئی اور ان مدارس میں زیر تعلیم طلبا کی تعداد بھی ۲۲۲۰۳۲ کے بجائے اضافہ ہو کر ۲۳۲۷۶۴ ہو گئی۔ چنانچہ ان اعداد کے مطابق مدارس کی تعداد میں ۱۲۵ اور طلبا کی تعداد میں ۱۰۷۳۲ کا اضافہ ہوا۔

مواضعات کی تعلیمی کمیٹیاں۔

سنہ ۱۳۵۱ ف ابتدائی تعلیم کو وسعت و ترقی دینے کے پانچ سالہ لائحہ عمل کا تیسرا سال تھا۔ تین سال کی اس مدت میں مذکورہ بالا لائحہ عمل کے تحت ۳۶۳ مدارس کا اضافہ کیا گیا جن میں سے ۳۱۸ مدارس لڑکوں کے لئے ۴۹ تحتانی مدارس کو مالی امداد دی گئی جن میں لڑکوں کے ۱۵ اور لڑکیوں کے ۴ مدارس شامل ہیں۔ ایسے تحتانی مدارس جہاں پانچویں جماعت بھی موجود تھی ۳۰ ہیں اور ان میں سے ۱۶ مدارس کی پانچویں جماعت میں پیشہ وارانہ تعلیم کا بھی انتظام تھا۔ مختلف مواضعات میں ۴۹ تعلیمی کمیٹیاں قائم کی گئیں جو مواضعات کے سربرآوردہ باشندوں پر مشتمل ہیں۔ دوران سنہ ۱۳۵۱ ف آٹھ مختلف اضلاع میں تحتانی مدارس کی ۲۱۵ عمارتیں زیر تعمیر تھیں۔

تعلیم نسواں

لڑکیوں کے مدارس کی تعداد ۹۹۵ سے اضافہ ہو کر ۱۰۳۴ ہو گئی اور ان میں زیر تعلیم طالبات کی تعداد بھی ۴۳۲۹۶ کے بجائے اضافہ ہو کر ۲۲۲-۵ ہو گئی۔ یعنی مدارس کی تعداد میں ۳۹ اور طالبات کی تعداد میں ۷۱۹۱ کا اضافہ ہوا۔ لڑکوں کے تحتانی اور ثانوی مدارس میں تعلیم پانے والی لڑکیوں کو شامل کر کے زیر تعلیم لڑکیوں کی مجموعی تعداد ۸۱۴۹۹ تھی۔ گزشتہ سال یہ تعداد ۵۵۶۰۰ تھی۔ سرکاری مدارس میں استانیوں کی تعداد ۲۲۳۰ تھی جن میں سے ۵۹۰ تربیت یافتہ تھیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کے مصارف ۱۲۲۱۳۶۱ روپے سے اضافہ ہو کر ۱۳۶۷۹۴۳ روپے ہو گئے۔ اس کے علاوہ اس سال عمارتوں، فرنیچر، اقامت خانوں اور دوسری تعلیمی ضروریات پر ۲۹۱۰۳۰ روپے صرف ہوئے۔

خصوصی مدارس کی تعداد ۱۰۱ سے اضافہ ہو کر ۱۰۴ ہو گئی اور ان میں زیر تعلیم طلبا کی تعداد بھی ۳۰۵۰ کے بجائے اضافہ ہو کر ۳۸۹۶ ہو گئی۔ ان مدارس کے مصارف تین لاکھ سے زیادہ تھے۔ خصوصی مدارس میں حسب ذیل ادارے شامل تھے۔

(۱) صنعتی ادارے۔

(ب) صنعتی اور پیشہ وارانہ مدارس۔

(ج) بالغوں کے مدارس۔

(د) مذہبی مدارس۔

(ر) پست اقوام کے مدارس۔

(س) مدرسہ کوروکرنگ۔

(ص) کلیہ ورزش جسمانی۔

ہندوستان کا سیاسی تعطل

بسلسلہ صفحہ اول

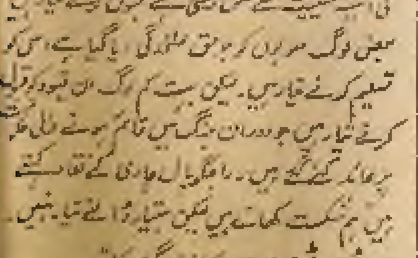
امن و سکون بحال کیا جائے۔ نیز سیاسی کشمکش میں ایک منزل ایسا آتی ہے جبکہ بے عملی نہ صرف ضروری بلکہ مناسب ہوتی ہے۔

مسٹر گاندھی کے ان احباب کا یہ استدلال ہے کہ ان کے لیڈر (مسٹر گاندھی) امور و خیالات کے حامل ہیں جن سے بذریعہ اخبار بخوبی واقف ہیں اور ضرورت ہو گی تو وہ خود قدم اٹھائیں گے جبکہ کانگریس جو گفت و شنید کی ایک اہم فریق ہے سب سمجھ کر یا مجبوراً خاموش ہے تو دوسروں کو پیش قدمی سے کیا فائدہ؟

بعض لوگ مسٹر راجگوپال اچاری کی تجویز میں نقائص کی نشاندہی کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فرض کرو کہ حکومت برطانیہ کانگریس کے فاد رمیڈ کے اعتبار پر آمادہ ہو جائے تو وہ کس سے گفت و شنید کرے گی؟ مسٹر راجگوپال اچاری کی تجویز کا تقاضا ہے کہ سیاسی لیڈر رہا کر دیے جائیں مگر بغیر کانگریس کے سمجھوتہ کی کوشش ممکن نہیں۔ دوسرے یہ کہ کیا مسٹر جناح کانگریس کی ان تجاویز پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں جن کو مسلم لیگ نے گزشتہ سال مسترد کر دیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ کانگریس کے پیش کش کی بنیاد پر گفت و شنید شروع کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔

اکثر لوگ کانگریس کی اسکیم کو جہاں تک وہ ہندوستان کی آئینی حیثیت سے تعلق رکھتی ہے قبول کرنے تیار ہیں۔ بعض لوگ مسلمانوں کو جو حق خود ارادیت دیا گیا ہے اس کو تسلیم کرنے تیار ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ ان قیود کو قبول کرنے تیار ہیں جو دوران جنگ میں قائم ہونے والی حکومت پر عائد کئے گئے ہیں۔ راجگوپال اچاری کے تقاضے سے ہیں ہم شکست کھاتے ہیں لیکن ہتھیار ڈالنے تیار نہیں۔ چھوٹی چھوٹی اصلاحات کا زمانہ گزر چکا۔

(کنڈنس ٹائمز آف انڈیا)



موجودہ گرانی کے متعلق مختلف مکاتب خیال

از جناب امتیاز حسین خاں صاحب لکچرار جامعہ عثمانیہ

مولوی امتیاز حسین خاں صاحب لکچرار جامعہ عثمانیہ نے "جنگ اور روپیہ" کے عنوان سے ایک دلچسپ اور مفید رسالہ شائع کیا ہے جس کا ایک اہم اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے (حکمت)

ہندوستان میں اس وقت گرانی کے جو حالات پیدا ہو رہے ہیں اس کے متعلق دو مکاتب خیال کے لوگ ملک میں موجود ہیں۔ ایک مکتب خیال کی رائے میں موجودہ گرانی کا اصل سبب اشیاء کی قلت ہے اس خیال کو مسٹر برلا ہندوستان کے مشہور سرمایہ دار نے اپنے کتابچہ "افراط زر یا قلت" میں پیش کیا ہے۔ بعض دوسرے کاروباری حضرات مسٹر برلا کے اس خیال کی تائید میں ہیں۔ مسٹر برلا اپنے کتابچہ میں بتاتے ہیں کہ قیمتوں کے بڑھنے کا اصل سبب یہ ہے کہ جنگ کی وجہ سے اشیاء کی مانگ ان کی مقداروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے جنگ کے سبب سے زر کی مقدار میں جو اضافہ ہوا ہے اس کا قیمتوں پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ اس لئے زر کی مقدار میں کمی کرنے سے متعلق دوسرے لوگ جو تجاویز بیان کرتے ہیں ان سے برلا اتفاق نہیں کرتے۔ افراط زر کو روکنے کے لئے انگلستان اور امریکہ میں جن ذرائع کو اختیار کیا گیا ہے ہمارے یہاں ان ذرائع کو اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ انگلستان اور امریکہ کے باشندوں کا معیار زندگی گھٹایا جا سکتا ہے۔ ہمارے یہاں کے لوگوں کا معیار زندگی ویسے ہی بہت پست ہے۔ تقلیل زر کی پالیسی اختیار کر کے عوام کو مزید قربانی کے لئے تیار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایسا کیا گیا تو لوگوں کے فاقوں تک کی نوبت پہونچ جائے گی۔

مسٹر برلا کے خیال میں موجودہ حالات کو بہتر بنانے اور گرانی کو دور کرنے کا صرف ایک طریقہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اشیاء کی قلت کو دور کیا جائے۔ اشیاء خوراک، کپڑے اور عام لوگوں کی ضروریات کی دوسری چیزوں کی زیادہ سے زیادہ مقداریں ملک میں پیدا اور تیار کی جائیں۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ قلت کو پیدائش دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر زر کی مقداروں میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اسی نسبت سے اشیاء کی مقداریں بھی بڑھائی جا سکیں تب تو افراط زر کے حالات ملک میں پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔ اب تک مسٹر برلا یا ان کے ہم خیال لوگوں نے اس کا جواب نہیں دیا ہے کہ موجودہ حالات میں کس طرح سے پیدائش دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے ہم معلوم کر چکے ہیں کہ موجودہ جنگ نے ہمارے یہاں کے پیدائش دولت کے مختلف شعبہ جات کو بہت کچھ متاثر کیا ہے صنعت و حرفت خام اور اشیاء خوراک کی مقداروں کے بڑھانے میں بہت سی دقتیں حائل ہیں مشینوں کی درآمد کی صورت ... کی کمی کی وجہ سے نہ تو زراعتی اور صنعتی پیداوار کی مقداروں میں اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ زرعی اجناس کی پیداوار

بہت زیادہ بڑھائی جا سکتی ہے۔

قلت اسکول کے حامیوں کی وجہ سے حکومت کے خیال کو تقویت مل رہی تھی حکومت کو بعض ہم خیال لوگ ایسے ضرور مل گئے جن کے خیالات کو پیش کر کے حکومت کے نمائندوں نے بیان کرنے کی کوشش کی کہ ملک میں افراط زر نہیں بلکہ جنگی حالات کی وجہ سے اصل میں چیزوں کی قلت ہے اس لئے بہت دنوں تک حکومت افراط زر کو روکنے کے لئے تدابیر اختیار کرنے سے انکار کرتی رہی۔

دوسرے مکتب خیال کی رائے میں موجودہ گرانی کا سبب زر کی مقدار میں ضرورت سے زیادہ اضافہ ہے یعنی ملک میں افراط زر کے حالات پیدا ہو گئے ہیں اس خیال کی حمایت ملک کے ماہرین معاشیات کی اکثریت نے کی ہے ان میں پیش پیش جامعہ بمبئی کے پروفیسر وکیل ہیں انھوں نے جنوری ۱۹۴۳ء میں سب سے پہلے اپنی رائے کا اظہار ایک رسالہ کے ذریعہ سے کیا تھا اس مکتب خیال نے افراط زر کے حالات کو روکنے کے لئے جو تجاویز پیش کئے ہیں ان کو مختصر بیان کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔

افراط زر کے حالات پر اس وقت تک قابو نہیں پایا جا سکتا جب تک کہ افراط زر کے اصل سبب کو ختم نہ کیا جائے۔ ہم یہ معلوم کر چکے ہیں کہ نوٹوں کی تعداد کے بڑھنے کا اصل سبب یہ ہے کہ برطانوی حکومت اور دوسری اتحادی حکومتوں کے لئے ہندوستانی اشیاء کی فراہمی حکومت ہند نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اور اس ذمہ داری کو پورا اس طرح سے کیا جا رہا ہے کہ ریزرو بنک، اسٹرلنگ فاضلات کے بدلے میں نوٹ جاری کرتا ہے اور حکومت ہند ان نوٹوں کے ذریعہ سے جنگی ضروریات کی مختلف چیزیں ہندوستانی بازار میں خریدتی ہے یہ تمام مصارف حکومت ہند کے سالانہ بجٹ میں شامل نہیں کئے جاتے۔ اس لئے یہ بھی ضرور معلوم ہو سکتا ہے کہ حکومت ہند نے اپنے بجٹ کے خسارہ کو نوٹ جاری کر کے پورا نہیں کیا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ حکومت ہند نے افراط زر کی پالیسی اختیار نہیں کی ہے۔ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ جنگ کے دوران میں دوسرے ملکوں کے ہاتھ ہندوستانی چیزیں فروخت کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ البتہ ان چیزوں کی قیمت کی ادائی کے لئے غلط طریقہ اختیار کیا گیا

اس غلط طریقہ کو ترک کرنے ہی سے افراط زر کے حالات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ ہماری چیزوں کی ادائی مختلف طریقوں سے ہو سکتی ہے۔ برطانیہ اور دوسرے اتحادی ممالک کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہماری خام اشیاء اور دوسری چیزوں کے بدلے میں ہمیں مشین وغیرہ دیں جن کی مدد سے ہندوستانی صنعتوں کو ترقی دی جا سکے اور نئی نئی صنعتیں قائم کی جا سکیں۔ اس طریقہ کے خلاف یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جنگ کے دوران میں اتحادی ممالک کی صنعتیں جنگی ضروریات کی چیزیں تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ ہندوستان کے لئے مشینوں وغیرہ کی تیاری اور فراہمی کی وجہ سے ان ممالک کی مساعی جنگ متاثر ہوں گی۔ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں صنعتی ترقی کی وجہ سے اتحادی ممالک کے لئے بہت سی چیزیں سستی اور مشرقی محاذ کے قریب مل سکیں گی۔

سونے کے ذریعہ سے بھی ہندوستانی چیزوں کی قیمت ادا کی جا سکتی ہے۔ اس طریقہ کے خلاف یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ جنگ کے خطرات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ سونا سمندر کے راستہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے جو لوگ اس اعتراض کو پیش کرتے ہیں وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ اسی جنگ کے دوران میں سونے اور چاندی کی بہت کافی مقداریں ہندوستان سے امریکہ اور انگلستان کو بھیجی جا چکی ہیں۔ اس وقت اگر زیادہ خطرہ موجود نہیں تھا تو اب بھی اس کا سفر بھی اختیار کیا جا سکتا ہے درآمد شدہ سونے کو عوام کے ہاتھوں فروخت کر کے زائد نوٹوں کو واپس لیا جا سکتا ہے۔ اسی سال میں ایران میں اسی غرض سے سونا فروخت کیا جا چکا ہے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ممکن ہے حکومت ہند بھی اس طریقہ کو اختیار کرے اس پر عمل کرنے میں آسانی اس وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے کہ ریزرو بنک کے پاس برطانیہ کا کافی سونا موجود ہے

ایک تیسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ حکومت برطانیہ اپنی ضروریات کی چیزیں خریدنے کے لئے ہندوستان کے مختلف اداروں اور افراد سے قرضے حاصل کرے۔ انیسویں صدی کے آخر میں ریلیں اور نہریں بنانے کے لئے ہم نے لندن کے بازار میں بہت سے قرضے لئے تھے۔ بعض لوگوں سے قرضے حاصل کئے گئے اور دوسرے لوگوں کو ان کی چیزوں کی قیمت ان قرضوں کی رقم کے ذریعہ سے ادا کی گئی تھی۔ اب پانسہ پلٹ گیا ہے۔ حکومت برطانیہ کو ہماری چیزوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے اسے بھی اس طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے جبکہ حکومت ہند کو کافی مقدار میں قرضے نہیں مل رہے ہیں تو حکومت برطانیہ ہندوستانی بازار میں قرضے حاصل کرنے میں کس طرح سے کامیاب ہو سکے گی اس دقت کو دور کیا جا سکتا ہے۔ اگر حکومت ہند کی اور ہندوستان میں برطانوی کاروباری اثاثوں کی ضمانت پر حکومت برطانیہ قرضے لینے کی کوشش کرے۔ جنگ عظیم کے دوران میں حکومت برطانیہ نے امریکہ میں اس طریقہ کو اختیار کیا تھا جب کہ برطانوی اثاثوں کی ضمانت پر بہت کافی مقدار میں قرضے حاصل کئے گئے۔

بقیہ سلسلہ صفحہ (۸)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

دہلی کی غذائی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر سی پی رام اسوامی آئر نے کہا:۔

"ریاست ٹراونکور کی سالانہ اقل ترین ضروریات (۹) لاکھ (۷) ہزار ٹن چاول ہے جن میں سے مقامی پیداوار کی مقدار (۳) لاکھ (۹۴) ہزار ٹن ہے۔ اس طرح ریاست کی ضروریات کی تکمیل کے لئے (۳) لاکھ (۶۰) ہزار ٹن چاول درکار ہیں"

کاش حیدرآباد میں بھی ایک سی پی رام اسوامی ہوتا!۔

سر جوالا پرشاد سری واستوا رکن اغذیہ حکومت ہند نے بمقام بمبئی ایوان تجارت ہند کی کمیٹی میں تقریر کرتے ہوئے موجودہ غذائی بحران کے متعلق فرمایا کہ:۔

اس کے تین اسباب ہیں۔ ایک تو کاشتکاروں کا ذخیرہ بندی کرنا۔ دوسرے افراط زر کی وجہ سے کاشتکاروں میں یہ رجحان پیدا ہوگیا ہے کہ اجناس زیادہ صرف کریں تیسرے کم ترین آمدنی رکھنے والے طبقے کی ماہ بہ ماہ ضرورت سے زیادہ اجناس خرید لیتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مفلس اور نادار طبقوں نے سرمایہ داروں کو بھوکے مارنے کی سازش کر رکھی ہے۔

سر جوالا پرشاد سری واستوا نے ابھی حال میں یہ اعلان فرمایا ہے کہ:۔

سمندر پار سے اجناس خوردنی سے بھرا جہاز کسی ہندوستانی بندرگاہ میں پہنچ گیا ہے۔

کیا سوچ رہے ہیں مولوی سید فضل اللہ صاحب؟ اس بندرگاہ کا پتہ لگا کر کیوں نہیں وہاں پہنچ جاتے اور حیدرآباد کا حصہ رسدی حاصل کر لیتے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ:۔

ــــ یاراں تیز گام نے منزل کو جا لیا
ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

اجناس خوردنی کی نگرانی کے ضمن میں ضلع کو مجبور ہیں

تین تحصیلدار، دو انسپکٹران اشتہاری، دو ملازمین ٹیکس اور پانچ سیندھی دار رشوت ستانی کے الزام میں معطل کئے گئے (خبر)

کو مجبور کے متعلق یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ محکمہ انصرام ابھی کبھی مملکت آصفیہ کا جزو نہیں رہا۔ اس لئے سرکاری ملازمین سے اس طرح کی سختی روا رکھی جاتی ہے

ہماری حکومت نے اب تک کوئی ایسا بیان جاری نہیں کیا جس سے یہ معلوم ہو کہ ہماری مملکت خسارہ کی مملکت ہے یا فاضلات کی۔ (رہبر دکن)

واقعہ یہ ہے کہ ہماری مملکت خسارہ کی مملکت ہونے کے باوجود اس طرح برآمد کرتی رہی ہے کہ گویا یہ فاضلات کی مملکت ہے۔ جب واقعات اور عملیات میں یہ تفاوت ہو تو حکومت بیان کیسے جاری کرے۔ اس قسم کا مطالبہ کرنا حکومت کے ساتھ ناانصافی ہے۔

جن ارکان بلدیہ کے مکانوں پر جوانان بلدیہ متعین تھے وہ برخاست کر دئے گئے۔ (ایک خبر)

مجلس بلدیہ کی جانب سے جو ریڈیو ارکان بلدیہ کے مکانات پر نصب کئے گئے تھے وہ مجلس کی تعطیل کی وجہ سے واپس لئے جا رہے ہیں۔

(ایک دوسری خبر)

ہمارے خیال میں ارکان بلدیہ کے ساتھ سخت ناانصافی کی گئی۔ جب سرکاری ملازمین اپنے عہدہ سے سبکدوش ہوتے ہیں تو انہیں وظیفہ حسن خدمت دیا جاتا ہے۔ اگر ارکان بلدیہ کو بھی ان کی خدمات کے صلہ میں ایک ریڈیو سٹ دیا جاتا تو کیا مضائقہ تھا۔ اس بیکاری کے زمانہ میں وہ دیواں وار تقریر نہیں کر سکتے تو ریڈیو سے تقریریں تو سن سکتے۔ ہمدردان بلدیہ کے ساتھ اس ناانصافی کے خلاف پیران شہر کو احتجاج کرنا چاہئے۔

احمدآباد میں فرقہ وارانہ فساد۔ (ایک سرخی)

ان فسادیوں کو بنگال بھیج دینا چاہئے۔

روغن گیاس کی عدم دستیابی کے باوجود گیسیں بکتی جا رہی ہیں۔ (ایک خبر)

بات یہ ہے کہ قانون اپنا کام کر رہا ہے اور غلت و گرانی اپنا کام کر چکا ہے۔ ضرورت ہے کہ غلت و گرانی کو جرم قابل دست اندازی پولیس قرار دیا جائے۔

انجمن وکلا کے نئے لیڈر

"دکن کرانیکل" کی اطلاع ہے کہ حیدرآباد اسٹیٹ مرہٹی ساہتیہ سمیلن کا دوسرا سالانہ اجلاس ناندیڑ میں منعقد ہوا جس میں صدر استقبالیہ نے اپنے خطبہ میں کہا کہ:۔

"حیدرآباد میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا ہے۔ مرہٹی، تلنگی اور کنڑی کو ذریعہ تعلیم قرار دینا چاہئے نہ کہ اردو کو"

ایک ادبی انجمن کو سیاسی پلیٹ فارم بنانا عین تدبر ہے۔

مملکت میں موجودہ غذائی صورت حال سے متعلق کمیٹی ساہوکاران کے معتمد نے ایک صحافتی بیان میں کہا ہے کہ

بیوپاریوں کو چاہئے کہ پیداوار اجناس کو بازار میں لانے کی کاشتکاروں کو ترغیب دیں اور خود بھی آئندہ کے بیش بہا منافعوں کا خیال ترک کر کے اپنے ذخائر کی بازار میں نکاسی اور فروخت کی جانب متوجہ ہوں۔

وقت کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر ہمیں اس امر کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری ریاست میں کوئی بھوکا نہ رہنے پائے۔

ہم صرف اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں:۔

ع۔ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

ایوان روساء ہند میں تقریر کرتے ہوئے لارڈ لنلتھگو نے فرمایا کہ "تاج برطانیہ ہندوستانی ریاستوں کی حفاظت کا فرض ادا کرتے وقت اس امر کا بھی اطمینان چاہتا ہے کہ ریاستیں حفاظت کی مستحق بھی ہیں یا نہیں"

تقریر کے اس جزو پر تبصرہ کرتے ہوئے جام صاحب نوانگر نے فرمایا کہ اس بیان سے اہم مسائل اور دور رس تضمنات پیدا ہوتی ہیں۔

ہم ان "اہم مسائل اور دور رس تضمنات" کا ذکر ان حل پیش کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ روساء کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ دفاع انگلستان کی مہم کو کامیاب بناتے ہوئے مساعی جنگ میں زیادہ حصہ لینے کی مہم کو تیز تر کر دیں

دہلی میں شاعروں کا قحط۔ (ایک سرخی)

یہ بھی نازیوں کا ایک وار معلوم ہوتا ہے

ذخیرہ بندی کون کر رہے ہیں؟

رکن اغذیہ حکومت ہند کی تقریر پر تبصرہ

سر جوالا پرشاد سریواستوا رکن اغذیہ حکومت ہند نے بہ مقام بمبئی ایوان تجارت میں تقریر کرتے ہوئے موجودہ غذائی بحران کے تین اسباب بتائے ہیں (۱) کاشتکاروں کا ذخیرہ بندی کرنا (۲) افراط زر کی وجہ سے کاشتکاروں میں اپنی پیداوار کو زیادہ صرف کرنے کا رجحان (۳) ملک کے تمام طبقات کا جن میں کم تر درجے آمدنی رکھنے والے بھی شامل ہیں کئی ماہ پیشتر سے اجناس خرید لینا۔ پس اس کے یہ معنی ہوئے کہ قلت اجناس کے وہی لوگ ذمہ دار ہیں جو فاقوں مر رہے ہیں۔ وہ اجناس کی ذخیرہ بندی کر رہے ہیں اور زیادہ اجناس صرف کر رہے ہیں۔ بصورت حال کی اس تعبیر سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کاشتکار اور غریب تر طبقے قلت اجناس کی مصیبت کے شکار نہیں ہیں بلکہ کاشتکاروں اور غریبوں کی ذخیرہ بندی کی وجہ سے سماج کے دوسرے طبقے مصیبت میں مبتلا ہیں۔ گویا رکن اغذیہ کے تجزیہ کے مطابق ہندوستان کے نادار طبقوں نے مالدار طبقوں کو بھوکا مارنے کی سازش کی ہے۔

کیا کاشتکار ذخیرہ بندی کر سکتے ہیں۔

یہ ایک بدیہی بات ہے کہ کاشتکاروں کی اکثریت اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ ذخیرہ بندی کر سکے اور ایسے افراد جن کی آمدنی بہت ہی محدود ہے۔ اجناس خوردنی کئی ماہ پیشتر خرید لینے کی قابلیت کر لیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ کاشتکاروں کو ان کی پیداوار کی قیمتیں زیادہ مل رہی ہیں لیکن دوسری ضروریات زندگی کی غیر معمولی گرانی کاشتکار کو خوش حال بننے نہیں دیتی مثلاً کاشتکار کو جس کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے اس کی قیمت ان اجناس سے بہت زیادہ ہے جو کاشتکار فروخت کرتا ہے وہ اپنی پیداوار کو کم قیمت پر فروخت کرتا ہے اور اپنی دوسری ضروریات کو زیادہ قیمت پر خریدتا ہے اس کو مصارف پیداوار سود اور لگان کی ادائی میں جو سہولت حاصل ہو سکتی تھی وہ بھی اشیاء کی گرانی کی وجہ سے باقی نہیں رہتی۔ کاشتکاروں کی حالت سے عملی واقفیت اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ چند بڑے مالکان اراضی کے علاوہ جو تجارت اور سودی کاروبار بھی کرتے ہیں بحیثیت مجموعی طبقہ کاشتکاران اس قابل نہیں ہے کہ اجناس کی ذخیرہ بندی کر سکے۔

افراط زر

رکن اغذیہ کی تقریر کا یہ جز دلچسپ و عجیب ہے کہ افراط زر کی وجہ سے کاشتکاروں کو یہ ترغیب ہو رہی ہے کہ وہ اپنی پیداوار [illegible] کے مقابل میں زیادہ صرف کریں۔ لیکن یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ ان واقعات کی بنا پر قائم کیا گیا [illegible] استدلال یہ معلوم ہوتا ہے کہ افراط زر سے کاشتکاروں کی آمدنی میں اضافہ ہو گیا اور اس طرح وہ زیادہ اغذیہ صرف کرنے کے قابل ہو گئے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جو کچھ افراط زر ہوا ہے وہ زیادہ تر کارخانہ داروں، گتہ داروں، اور تاجروں کی تجوریوں میں اضافہ کا باعث ہوئی اور کچھ حصہ جو بچ بچا کر کاشتکاروں اور مزدوروں تک پہنچا ہے اس سے ان کی آمدنی میں اتنا اضافہ نہیں ہوا کہ ان کے مصارف زندگی کے اضافہ کے متناسب ہو۔ اس تمام خادا افراط زر نے کاشتکاروں اور مزدوروں کی اکثریت کی حقیقی آمدنیوں کو گھٹا دیا۔ مگر رکن اغذیہ فرماتے ہیں کہ اس سے ان طبقوں کو زیادہ اجناس صرف کرنے کی ترغیب ہوئی۔

نتیجے سے گریز

رکن اغذیہ نے قلت اجناس کی اصل وجہ کو ظاہر کرنے سے گریز کیا۔ جیسے بڑے تاجروں کی بڑے پیمانہ پر نفع اندوزی۔ چند ماہ پہلے تک بیرونی درآمدات کو قلت اجناس کی قرار دینا ایک فیشن ہو گیا تھا۔ اب جبکہ واقعات اور اعداد و شمار سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ قلت اجناس کی توجیہ بیرونی منبع درآمدات سے نہیں ہو سکتی تو کاشتکاروں کو اس کا ذمہ دار قرار دینا ایک فیشن بن جا رہا ہے۔ اس طرح رائے عامہ کی توجہ کو تاجروں کی بے رحمانہ دست برد سے ہٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے جو اپنے منافعوں کی مقدار کو بڑھانے کے لیے عوام کو فاقوں میں مبتلا کر رہے ہیں۔ جب تک نفع اندوز طبقوں کے ساتھ نرمی برتی جاتی رہے گی قلت اجناس اور فاقوں کا مسئلہ حل نہ ہو گا۔ (انڈی پینڈنٹ انڈیا)

٭ حکومت ہند اور کسی ہندوستانی ریاست کے مابین یا دو یا زائد ریاستوں میں تنازعات ہوں یا جہاں کوئی ریاست نمایندہ تاج یا اس کے مقامی نمائندوں کے کسی فیصلہ یا تجویز سے غیر مطمئن ہوں تو ایسے اختلافات کو عدالت ثالثی یا وفاقی عدالت میں پیش کرنے کا حق ہو اور ان کا تصفیہ ریاستوں کے نمایندوں کے مشورہ سے کیا جائے۔

ایوان روساء میں جام صاحب نوانگر کی تقریر

والیان ریاست کے اندیشے

ایوان روساء نے ایک قرارداد میں جس کو جام صاحب نے پیش کیا تھا اپنے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ متحدین کی آخری کامیابی تک مدد دیتے رہیں گے۔

جام صاحب نے یہ قرارداد پیش کرتے ہوئے مساعی جنگ میں ریاستوں کے آدمیوں اور روپیہ کی امداد کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد کہا کہ "بدگمان اشخاص یہ شبہ کرنے لگے ہیں کہ جب وقت آئے گا انگلستان اپنے دوستوں کو چھوڑ دے گا اور اپنے دشمنوں سے بغل گیر ہو جائے گا۔ کیونکہ ان میں بارگیننگ کی قوت ہے۔ برادر کرم انگلستان سے کہہ دیجئے کہ ہم ہندوستانی ریاست والے ایسے اشارہ کو شرانگیز سمجھ کر مسترد کرتے ہیں اور انگلستان کے قول پر و عہد ہائے متعلق اس کے احترام پر پورا اعتبار کرتے ہیں۔ میں ایک سپاہی ہوں اور میں جانتا ہوں کہ سیاست دانوں کے حافظے کمزور ہو سکتے ہیں لیکن سپاہی اپنے رفقاء کو کبھی نہیں بھولتا۔ گزشتہ دو شنبہ کو مدراس پر بمباری کی خبر سے ہمارا یہ عزم بڑھ گیا ہے کہ اس جاپانی خطرہ کو مٹا دیا جائے جو ہمارے وطن کو لاحق ہے۔ شخصی طور پر میں جاپان کے ان اقدامات کو بجھنے والی شمع کی آخری بھڑک سمجھتا ہوں۔"

وائسرائے کے افتتاحی خطبہ کے جواب میں جام صاحب نے توقع ظاہر کی کہ مابعد جنگ تنظیم کے مشوروں میں ریاستوں کے نمایندے شریک کیے جائیں گے۔

دستوری مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جام صاحب نے کہا کہ "یہ اندیشہ بڑھتا اور نازک ہوتا جا رہا ہے کہ والیان ریاست کی شخصی خیر خواہی اور امداد کی خواہش کے باوجود والیان ریاست کے حقوق و مفادات پر توجہ نہیں کی جا رہی ہے جس کے وہ مستحق ہیں ہم توقع اور اعتماد رکھتے ہیں کہ ایسے تاثر کا قائم رہنا حق بجانب نہ ہونا چاہئے خصوصاً ایسے وقت جبکہ ہندوستانی ریاستیں مساعی جنگ میں شاندار حصہ لے رہی ہیں۔ ان نازک اندیشوں کے مد نظر محسوس کیا جاتا ہے کہ آئندہ وائسرائے اگر ایسے موقع پر ریاستی نمایندوں کو نمایاں مسائل پر آزاد اور منصفانہ مشورہ کے لئے دعوت دیں تو وہ تاج اور ریاستوں کی حقیقی خدمت کریں گے۔ والیان ریاست بدلتے ہوئے زمانہ کا پورا احساس رکھتے ہیں اور نظم و نسق کو بدلتے ہوئے احوال کے مطابق بنانے پر تیار ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس امر کا بھی خیال ہے کہ تاج پر حفاظت کرنے کی ذمہ داری کے ساتھ یہ ذمہ داری بھی ہے کہ جس کی حفاظت کی ذمہ داری ہے [illegible]

مشاعروں میں کیا ہوتا ہے

از جناب شمبھوناتھ صاحب

اس مضمون کو جو اخبار "آج" میں کلکتہ کے کوی سمیلن کے نام سے شائع ہوا تھا "ہماری زبان" نے اس رائے کے ساتھ نقل کیا ہے کہ اردو کے حضرات اس کے مطالعے کے بعد غور فرمائیں گے کہ لکھنے والے نے جو کچھ ہندی مشاعروں کی نسبت لکھا ہے ہمارے اردو مشاعروں پر کہاں تک عائد ہوتا ہے۔

پچھلے کچھ مہینوں سے اس بات کی بڑی دھوم تھی کہ کلکتہ میں اکھل بھارتیہ ہندی کوی سمیلن ہونے والا ہے۔ چنانچہ یہ سمیلن ۲۰، ۲۱، ۲۲ اور ۲۳ اگست کو ہو گیا۔ کلکتہ میں مشاعرے کی وجہ سے ہفتہ بھر بڑی دھوم رہی اور یہاں کے ہندی اخبار مشاعرے کی خبروں وغیرہ سے بھرے رہتے تھے۔ سننے والوں اور شاعروں سے ہال بھرا رہتا تھا۔ مشاعرے میں خوش گلو شاعروں پر سنہری تمغوں کی بارش بھی ہوئی۔ مشاعرہ ختم ہونے پر بات چیت کا دور چلا اور پھر شاعروں کو ناشتہ کرایا اور شاعری کا خوب لطف اٹھاتے رہے۔ یہ سب کچھ تو ہوا لیکن اس سے شاعروں کو اور ادب کو کیا فائدہ ہوا؟ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔

اس مشاعرے نے صاف ظاہر کر دیا کہ ہندی شاعروں میں خودداری بالکل نہیں رہی ہے ساتھ ہی جس طرح دل بہلاؤ کے لئے امیر آدمی طوائف کا مجرا کراتے ہیں یا اور دل لگی کے کام کرتے ہیں اسی طرح مشاعرے کرتے ہیں، جنہوں نے آج کل دل لگی کا ایک مشغلہ بنا لیا ہے۔

مشاعرے کا اصل مقصد کیا صرف دل بہلانا ہے؟ کوئی بھی سمجھدار آدمی شاید یہ بات ماننے کو تیار نہ ہوگا۔

ساہتیہ (ادبی) سمیلن یا کوی سمیلن کا مقصد یہ ہے کہ شاعر اور ادیب اکٹھے ہو کر شاعری اور ادب کے مختلف مسائل پر اور ان کے مستقبل سے متعلق غور و فکر کریں اور ان امور پر سوچیں کہ زمانہ اور ادب کا کیا تعلق اور وہ ان کے ذریعہ کس حد تک نبھایا جا رہا ہے؟ اس سوال پر سوچ بچار کریں۔ ادیب اپنی تصانیف کے نمونے سب کے سامنے پیش کریں اور ان پر تنقیدی نظر سے کام لیا جائے کہ ادب میں کتنے طرز چل رہے ہیں اور ان کا آپس میں کیا موازنہ ہے؟ اس سوال پر سنجیدگی سے غور ہو اور اس طرح مختلف طرزوں اور سکولوں کا مل کر فیصلہ کیا جائے۔ ساتھ ہی ان سمیلنوں کی غرض و غایت یہ بھی ہے کہ ہر طرز کے شاعر اور ادیب ایک دوسرے سے رشتہ اتحاد و یک مسلک ہوں اپنی گروہ بندی میں اور باہم اتحاد۔

کلکتہ کے کوی سمیلن میں ان مقاصد کی تکمیل شاید ہی ہوئی۔ سچ بات تو یہ ہے کہ آج کل جس شکل میں مشاعرے ہوتے ہیں ان سے ان مقاصد کے پورے ہونے کی امید ہی نہیں رکھی جا سکتی۔ مشاعرے کرنے والوں کے دماغ میں تو لطف اٹھانے اور مزہ اڑانے سے مطلب ہوتا ہے وہ جانتے ہیں آنے جانے کو کرایہ دے کر وہ شاعروں کو بلا سکتے ہیں اور اسی طرح سینما، تھیٹر اور قوالی پیچھے یا دوسرے تماشوں کی طرح کوی سمیلن کے تماشے سے اسی طرح لطف اٹھا سکتے ہیں۔ بلکہ بھی کوی سمیلن کو مزا لینے ہی کے معنی میں لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوی سمیلن میں اس قدر زبردست ہجوم ہوتے ہیں۔ آخر کلکتہ میں بھی یہی ہوا۔

ہم کوی سمیلنوں کے خلاف نہیں ہیں۔ لیکن اس ذہنیت کے ہم سخت مخالف ہیں۔ اب بہت مزے اڑائے جا چکے۔ ادب اور شاعری کی بہت بے وقری ہو چکی۔ ادب کے نام پر، شاعری کے نام پر اس طرح کے مشاعروں کا اب خاتمہ ہو جانا چاہئے۔

اصل میں بڑی حد تک اس الزام کے قابل وہی ہیں جنہوں نے خود شاعری کو اپنا پیشہ آسانی سے بنا لیا ہے۔ جس کا جی چاہے ان سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ وہ ہر مناسب اور نامناسب تقریب میں اپنی شعروں کی کتاب لے کر حاضر ہو جاتے ہیں۔ انہیں اپنا کلام سنانے کی اتنی زور دار خواہش ہوتی ہے کہ شرم چھوڑ دیتے ہیں۔ کہیں کوی سمیلن ہو اور وہ بلائے جائیں۔ جب ان کو کچھ شہرت نصیب ہو جاتی ہے تو اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ کوی سمیلن کے بلاوے آنے پر روپیہ طلب ہونے لگتا ہے اور جنہیں مزہ لوٹنے کی لت ہوتی ہے وہ جھک مار کر روپیہ دیتے ہی ہیں۔

اس زمانے کوی سمیلن کی حالت یہ ہے کہ وہاں جو منتر پڑھ سکے گا کر نظم پڑھ دیتا ہے اسے خوب داد ملتی ہے۔ چاہے نظم میں کچھ بھی دم نہ ہو جب کہ اچھی سے اچھی نظم اگر گا کر نہ سنائی جائے تو اس کی پھیکا پیدا کر دی جاتی ہے۔ مستی اور رومان سے بھری نظمیں خوب پسند کی جاتی ہیں۔ عشق مجازی کی نظموں پر داد ملتی ہے لیکن گمبھیر اور دل میں اتر جانے والی نظموں کو سامعین بہت بے منشئے رہتے ہیں خاموشی سے اس کا تجربہ ہوتا ہے کہ سستی شاعری کی اشاعت بے حد ہوتی ہے اور دوسرے شاعر بھی اسی طرف جھک جاتے ہیں۔ جن شاعروں کا نام نکل جاتا ہے وہ اتنے مغرور ہو جاتے ہیں کہ دوسروں سے بات بھی نہیں کرتے اس کے ساتھ ہی ایک دوسرے سے حسد بھی کرنے لگتے ہیں۔

اگر یہی حالت رہی تو اس سے ہندی کا کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔

اس طرح عوام کے مذاق کے ہاتھوں ادب کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ ادیب کی اونچی شاعرانہ ہوتی ہے۔ اس کا کام ہے مذاق عامہ کو سدھارنا اور اسے صحیح راستہ پر لانا۔ اس کا کام پڑھنے سننے والوں کے خیال کو [illegible] سے سچا ادیب بنتا ہے اگر وہ بھی عام رنگوں کا گرویدہ ہو کر خادم بن جائے تو وہ اپنے منصب سے گر جاتا ہے اور فرض سے دور ہو جاتا ہے۔ یہی سوال شاعروں اور ادیبوں کے سامنے ہے۔

وہ صرف ہو ... ابھی سے ... ہے کہ کوئی سمیلن ایسا نہ ہو جو ادب کی شان کے خلاف ہو ... امید ہے کہ ہمارے ادیب اور شاعر ہماری گزارش پر دھیان دیں گے۔

موجودہ گرانی کے متعلق مختلف مکاتب خیال

بسلسلہ صفحہ (۵)

ہندوستانی چیزوں کی قیمت کی اصلی وجہ ظاہری اور صحیح تو یہ ہو سکتی ہے کہ برطانیہ کا دوبارہ اثاثوں کو ہندوستانیوں کے ہاتھ فروخت کر کے روپیوں کی فراہمی کی جائے۔ اس وقت ہندوستان کی مختلف صنعتوں اور نیم سرکاری اداروں میں ۰۰ ملین پونڈ کے برابر برطانوی سرمایہ لگا ہوا ہے۔ اس سرمایہ کی تمسکات ہندوستانیوں کے ہاتھ فروخت کر کے بہت کافی مقدار میں روپے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ پچھلی جنگ اور موجودہ جنگ کے دوران میں قرضہ اور لیز قانون پاس ہونے سے پہلے حکومت برطانیہ نے ڈالر حاصل کرنے کے لئے انہی برطانوی تمسکات جو آسانی سے امریکہ میں فروخت کی جا سکتی تھیں فروخت کیں اور اس طرح سے حاصل شدہ ڈالر کے ذریعہ سے جنگی ضروریات کی چیزیں امریکی بازار میں خریدی گئیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوستان میں اسی طریقہ پر عمل کرنے میں کونسا پس و پیش کیا جاتا ہے۔

حالات کو بہتر بنانے کے لئے مندرجہ بالا چند طریقوں کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ حکومت ہند ان پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ افراط زر کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ حکومت ہند ان ذرائع کو بھی اختیار کرے جن پر دیگر ممالک مثلاً انگلستان اور امریکہ وغیرہ میں عمل ہو رہا ہے۔ محاصل میں جہاں تک ہو سکے اضافہ کر دینا چاہئے۔ یہ ضرور صحیح ہے کہ اب محاصل میں اضافہ کی بہت کم گنجائش باقی ہے لیکن زیادہ آمدنی پانے والے شخص پر فاضل آمدنی کی شرح کو بڑھایا جا سکتا ہے یا جبری آمدنی پر بھی ٹیکس عائد کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں سے مختلف طریقوں سے زیادہ سے زیادہ قرضے حاصل کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔ اس وقت تک حکومت ہند کو قرضے حاصل کرنے میں بہت کم کامیابی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں ابھی حال میں بعض صوبجات کی حکومتوں نے بچت کرنے کی مہم کو شروع ضرور کیا ہے۔ نگرانی قیمت اور راشن بندی کے طریقے کو بھی زیادہ کامیاب بنانے کی ضرورت ہے۔

نگرانی قیمت کی پالیسی میں جو کچھ خامیاں پائی جاتی ہیں ان کو جلد سے جلد دور کر دینا چاہئے۔ اور ملک کے لئے ایک وسیع اور جامع لائحہ عمل تیار ہونا چاہئے۔ جن ذرائع کو اختیار کرنے اور ان کو کامیاب بنانے ہی سے ملک کی موجودہ گرانی کو رفع کیا جا سکتا ہے۔

کل ہند کانفرنس اغذیہ

راشن بندی پر اختلاف رائے

نئی دہلی ۱۸ اکتوبر۔ کل ہند کانفرنس اغذیہ میں بہ صراحت ہوئے وہ تمام کے تمام کمیٹی اجناس خوراک کی رپورٹ کے اس حصہ سے متعلق تھے جس میں ۱۹۴۵ء کے اجناس خوراک کے حصول اور راشن بندی کے لیے ایک بنیادی لائحہ عمل پیش کیا گیا ہے بہار، اڑیسہ اور مشرقی پنجاب، حیدرآباد اور کشمیر کی دشواریوں کی وجہ سے اس مجوزہ فارمولے کو قبول کرنے سے قاصر تھے۔ صوبجات متحدہ اس بنیادی لائحہ عمل کو اس شرط سے قبول کرنے کے لئے آمادہ تھا کہ فاضلات کا حساب ملک میں پیداوار کی اساس پر نہ کی جائے بلکہ ان ذخائر کی اساس پر کی جائے جو بازار میں آتے ہیں۔ مدراس، سی۔ پی، اور دیسی ریاستوں ٹراونکور اور کوچین کی نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے کہا کہ حالات موجودہ کے تحت یہ بنیادی لائحہ عمل بہترین قسم کا ہے۔

جہاں تک حصول ذخائر کی عملیات کا تعلق ہے حکومت پنجاب کا نکتہ خیال یہ ہے کہ اس مقصد کے حصول ذخائر کی بہترین طریقہ کیا ہے۔ صوبوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔ مدراس، ٹراونکور اور کوچین کے نمائندوں نے محسوس کیا کہ ذخائر کی تحصیل کے متعلق جو سفارشات کی گئی ہیں ان کی تائید کی ترغیب ہے۔ مرکزی محکمہ حمل و نقل نے واضح کیا کہ جہاں تک جنگی حمل و نقل و رسائل کا تعلق ہے وہ ان ذخائر کو تقدم دے گا جو سرکاری طور پر حاصل کئے گئے ہیں

بمبئی، بنگال، مدراس، ٹراونکور، کوچین، سندھ، حیدرآباد بڑودہ اور میسور نے راشن بندی کی تائید کی۔ مرکز کی جانب سے التجا کی گئی کہ مسئلہ راشن بندی پر کل ہند نقطہ نظر سے غور کریں اور کہا کہ راشن بندی نہ صرف منصفانہ تقسیم اور کمتر صرف کا یقین دلا سکتی ہے بلکہ نفع اندوزی اور ذخیرہ بندی کی روک تھام کی بھی ضامن ہو سکتی ہے۔

کانفرنس کل ہند کے اجلاس میں ممکن ہے کہ ان سفارشات پر غور کیا جائے جن کا تعلق حکومت ہند کے دیگر محکمہ جات سے ہے۔ توقع کی جا رہی ہے کہ سر عزیز الحق رکن تجارت ایک بیان دیں گے۔

کانفرنس اغذیہ کے آج کے اجلاس میں رکن تجارت نے ان اقدامات کا اعلان کیا جو ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی کی روک تھام سے متعلق ہے۔ حکومت کے لئے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اس برائی کی روک تھام کے لئے اپنے قبضہ میں ایک حربہ رکھے جس کے ذریعے تمام غیر مستثنیٰ اشیا پر مرکزی کنٹرول قائم کیا گیا ہے اور اس کے تحت کہا گیا ہے کہ ان کی قیمت پیداوار یا قیمت حصول سے ۲۰ فی صد زائد قیمت پر فروخت نہیں کی جا سکتی۔ صرف مستثنیٰ اشیا تجار اور صارفین کی سہولت میں مزید اضافہ کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔ اس امر میں کانفرنس نے صوبائی رنج کی تائید کی تھی۔

کانفرنس اغذیہ کا اختتامی اجلاس

حکومت ہند کے فیصلوں کا اعلان

نئی دہلی ۱۹ اکتوبر۔ آج کل ہند کانفرنس اغذیہ کے اختتامی اجلاس میں حکومت ہند کے فیصلوں کا اعلان کیا گیا۔ محکمہ اغذیہ کے ممبر نے کہا کہ اجناس خوراک کی پالیسی کی کمیٹی نے یہ سفارش کی ہے کہ ایک مشترکہ فارمولے کے تحت اگر تخمینی اعداد کے بارے میں کوئی اختلاف رائے پایا جائے تو اس کا فیصلہ ایک ثالثی کمیٹی کے ذریعہ کیا جانا چاہئیے۔ تخمینی اعداد و شمار درست ہونا چاہئے اور جہاں تک تخمیں، مرکزی مطالبات کا استقبال اور خصوصی امداد کا کام کا تعلق ہے صوبوں اور ریاستوں کو چاہئے کہ یہ امور کلیتہً مرکز کی صوابدید پر چھوڑ دیں۔ حکومت ہند کمیٹی کی اس رائے سے اتفاق کرتی ہے کہ ایک مشترکہ فارمولا مفید ثابت ہے اور اگر کمیٹی نے جو فارمولا تجویز کیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے موزوں ترین فارمولا ہے جو اب تک جاری رہو عمل ہے۔

حصول ذخائر اور ضبطی

جہاں تک حصول ذخائر کا تعلق ہے حکومت ہند کمیٹی کے اس خیال سے اتفاق ہے کہ اصولاً اجناس خوراک کا مرکزی ادارہ کا قائم ہونا تشفی بخش حل ہے لیکن حکومت ہند کا یہ خیال ہے کہ حالات موجودہ میں اس قسم کے ادارہ کا قیام ناممکن العمل ہے اگرچہ امور حصول ذخائر کا کام صوبائی حکومتوں کے سپرد کیا گیا ہے تاہم حکومت ہند یہ محسوس کرتی ہے کہ اس پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہدایت نگرانی اور کنٹرول اس حد تک قائم کرے جس حد تک کہ اس فرض کے موثر انجام دہی کے لئے ضروری ہے۔ حکومت ہند کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ حصول ذخائر کی اس مشنری میں مداخلت کرے جو اس مقصد کے لئے مناسب ہے اور جو اپنا کام کامیابی کے ساتھ انجام دے رہی ہے۔ لیکن حکومت ہند کو اس کا علم ہونا چاہئیے کہ حصول ذخائر کس حد تک ترقی پر ہے اور مرکزی حکومت کو یہ حق بھی ہونا چاہئے کہ وہ تجاویز پیش کرے اور بالآخر اگر ضروری خیال کیا گیا تو ہدایات دے۔ حکومت ہند کو اس خیال سے اتفاق ہے کہ ذخائر کی ضبطی میں احتیاط سے کام لیا جائے اور یہ کہ ذخائر کے ضبط کرنے میں موسم اور حصول کا لحاظ رکھنا چاہئے اور ضبطی کا اس کا استعمال ایک مخصوص حربہ کے طور پر کیا جانا چاہئے۔ اس کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ جب مقدار وافر کے ماتحت ضبطی ضروری خیال کی جائے تو ذخائر کے ضبط کرنے میں صوبوں اور ریاستوں پر پابندی عائد کریں۔ حکومت ہند اس امر کی اہمیت پر زور دینا چاہتی

ہے کہ حکومت ہند مستقبل میں خریداری ختم کر دی جائے۔

قیمتوں پر کنٹرول

حکومت ہند نے کانفرنس کی اس سفارش کو قبول کر لیا ہے کہ تمام صوبوں میں تمام اہم اجناس خوراک کی قیمتوں پر قانونی کنٹرول قائم کیا جائے اور یہ کہ غیر ہندی اشیاء اور بالخصوص ان اشیاء پر جو کاشتکاروں کے لئے ضروری ہیں اختیار کی قیمتوں پر بھی ایک مائل کنٹرول قائم کیا جائے۔ بہر حال حکومت ہند کا یہ خیال ہے کہ ہندوستان کے موجودہ حالات میں تمام اجناس خوراک کی قیمتوں پر کنٹرول ناممکن ہے۔

مجلس بلدیہ کی تشکیل

حکومت سرکار عالی کا اعلان

سال گزشتہ اس موقع پر کہ مرید قانون بلدیہ جلد نافذ ہو جائے گا ارکان مجلس بلدیہ کی مدت میں یکسالہ توسیع بذریعہ ہدایت سے منظور فرمائی گئی تھی چونکہ ترمیم قانون کی کارروائی ابھی اپنے مراحل سے گذر رہی ہے اور مدت توسیع کا اختتام یکم آذر ۱۳۵۳ف کو ہوتا تھا اس لئے بلحاظ اس کے کہ ارکان بلدیہ کو ان کی معمولی اور مقررہ مدت تین سال کے علاوہ بہ دفعات تین سال کی توسیع دی جا چکی تھی اور موجودہ قانون میں جو نقایص ہیں اور بلدیہ کے انتظام میں اس اثنا میں جو خرابیاں رونما ہوگئی ہیں ان کے مدنظر موجودہ قانون کے تحت جدید انتخابات منعقد کرنا یا موجودہ ارکان بلدیہ کو بطور خاص توسیع دینا نامناسب معلوم ہوا۔ بنا برآں معزز کونسل کی جانب سے معروضہ ادب پیش کئے جانے پر بارگاہ خسروی سے بذریعہ فرمان مبارک مرشدہ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۶۳ھ امور ذیل کی منظوری شرف صدور لائی ہے۔

(۱) موجودہ ارکان بلدیہ کو مدت توسیع ختم ہونے پر یکم آذر ۱۳۵۳ف سے سبکدوش کر دیا جائے اور مرید قانون بلدیہ کے نافذ ہونے تک موجودہ قانون بلدیہ کے تحت انتخابات عمل میں نہ لائے جائیں۔

(۲) بلدیہ کے آئندہ انتظام کے لئے ایک عامل (Administrator) مقرر کیا جائے اور اس کو مشورہ دینے کے لئے ایک مشاورتی کمیٹی (Ad-visory Board) قائم کی جائے جس کے ارکان کی جملہ تعداد بارہ سے زائد نہ ہو۔

(۳) راجہ پرشاد چند کو بر دست چھ ماہ کے لئے بحیثیت عامل (Administrator) مامور کیا جائے۔

واضح رہے کہ عامل بلدیہ بھی مشاورتی مجلس کا ایک رکن ہوگا۔ لیکن صدر نشین دیگر ارکان میں سے کسی ایک کو مقرر کیا جائے گا۔ ایسے جملہ معاملات جو موجودہ قانون کے تحت مجلس قائمہ و مجلس بلدیہ میں پیش شدنی ہوں وہ مشاورتی مجلس میں پیش ہوں گے۔ اور اگر مشاورتی مجلس عامل کی تجاویز سے اتفاق کرے تو وہ ان تحفظات کے تابع جن کی صراحت بعد میں کی جائے گی نافذ ہوں گے۔ لیکن عامل اور مجلس کے مابین اختلاف کی صورت میں معاملہ سرکار میں رجوع کیا جائے گا اور سرکار عالی جو تصفیہ کرے اس کی تعمیل واجب ہوگی۔ قانون بلدیہ کی جو دفعات اس تحریک سے متاثر ہوں گی اور عامل و مجلس مشاورت کے جو فرائض و اختیارات ہوں گے ان سے متعلق سرکار عالی کا فرمان ... کی اطلاع ... بعد میں کی جائے گی ... کے ذریعہ ... کیا جائے گا جو عنقریب ... بعد شائع کیا جائے گا۔

زراعت شماری کی اسکیم

حیدرآباد ۲۰ آذر۔ زراعت شماری میں تقریباً ایک سو قسم کے اعداد حاصل کئے جائیں گے جن میں سے چند یہ ہیں: دالیں اور اس قسم کا دوسرا اناج، روغنی تخم، مسالے، ریشہ دار اجناس، شکر، سن وغیرہ، پھل، ترکاریاں، جڑیں، چارہ اور دیگر اقسام کی فصلوں کے اعداد۔

ساتھ ہی ہر قریہ میں خریف و ربیع آبی اور تابی کے لئے کون کونسی زمینات کس طرح استعمال کی جاتی ہیں اس کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔

ہر گاؤں میں وسائل آبپاشی اور طریقہ کاشت پر بھی مواد حاصل کیا جائے گا اور تمام ذرائع کا باقاعدہ ریکارڈ تیار کیا جائے گا۔

چاولوں کے اعداد و شمار کے سلسلہ میں مختلف پھلوں کے رقبہ جات معلوم کئے جائیں گے اور ترکاریوں اور تخمی پیداوار میں مثلاً آلو، ٹماٹے اور دیگر اشیا کے لئے جن کی طلب بڑھتی جا رہی ہے صحیح اعداد و شمار اور توسیع کاشت کے وسائل کا ریکارڈ رکھا جائے گا۔

نفع بخش فصلوں مثلاً روئی، روغنی تخم وغیرہ کے لئے بھی یہ پیش نظر رہے گا کہ ان کی کاشت میں کس قدر تخفیف کر کے غذائی پیداواروں پر ایسے رقبہ جات وقف کئے جا سکتے ہیں۔

دو فصلہ زمینات کے جداگانہ اعداد لئے جائیں گے اور ایک فصلہ و دو فصلہ زمینات کے مجموعی رقبہ جات معلوم کئے جائیں گے کہ آخر ان زمینات کی افادیت سے کس حد تک فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔

اعداد و شمار کے جمع کرنے کے لئے شمار کنندوں کی جو کثیر تعداد مقرر کی جا رہی ہے وہ سب بلامعاوضہ رضاکارانہ کام انجام دیں گے ہر ضلع میں اول تعلقدار صاحبان زراعت شماری کے ذمہ دار ہوں گے ان کے ماتحت تحصیلدار صاحبان جو محکمہ زراعت شماری کے فرائض ادا کریں گے بر تعلقہ پر تحصیلدار صاحبان کام اکثر بدلیں شمار کنندگان کا انتخاب کریں گے جن میں سے ہر ایک صاحب قصبات کے اعداد معلوم کریں گے گاؤں میں زمینی کاشتکار، ہتکاری اور کثر انچ وغیرہ رضاکارانہ خدمت انجام دیں گے۔ یہ اصحاب محکمہ اعداد و شمار کے فراہم کردہ تختہ جات کی خانہ پری اپنے مقررہ قصبات میں کر کے تحصیلدار صاحبان کے پاس داخل کریں گے ان اعداد جات کی تنقیح تحصیل کے دفاتر میں ہوگی۔ محکمہ اعداد و شمار کے عہدیدار بھی تنقیح ...... کریں گے۔

زراعت شماری کے اس نظام کے ذریعہ جو اعداد و شمار حاصل ہوں گے ان کی درجہ بندی اور نتیجہ نکاری محکمہ اعداد و شمار میں ہوگی سال میں دو مرتبہ خریف و ربیع کے موقع پر ہوگی اور یہ نتائج حکومت کے مقررہ تاریخوں سے قبل تیار کر کے پیش کر دئے جائیں گے۔

وزیر ہند سے اہم صحافتی ملاقات

وفاق اور لارڈ لنلتھگو کی تعریف

لندن ۱۸ اکتوبر۔ لارڈ ویول کے لارڈ لنلتھگو کی جگہ وائسرائے کی حیثیت سے ہندوستان آنے سے ایک دن پہلے مسٹر ایمرے نے مجھے ایک اہم صحافتی ملاقات کا موقع دیا اس کے دوران میں انہوں نے ہندوستانی ملاقات کے مالیہ مشکلات سے بھرے ہوئے برسوں پر تبصرہ کیا، اور آئندہ کے لئے ایک آزمائشی نگاہ ڈالی۔ لندن کے اخبار سنڈے ٹائمز کے سیاسی نامہ نگار نے اپنے اخبار میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ وزیر ہند سے اپنی ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے "انہوں نے کہا کہ اس بات میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اگر ہندوستان ۱۹۳۵ء کے قانون کو تسلیم کر لیتا اور اس پر عمل درآمد کرتا تو اب تک سے برطانوی دول مشترکہ کے ایک رکن کی حیثیت سے مکمل اور موثر حکومت خود اختیاری حاصل ہو گئی ہوتی نیز یہ کہ اس کانگریسی لیڈروں کو قبل اس کے کہ انہیں ہندوستان کے دستوری بندوبست میں کسی گفت و شنید میں حصہ لینے کے قابل سمجھا جائے، اپنے طریقہ کار کی تردید کر دینا چاہئے۔"

مسٹر ایمرے نے شروع میں لارڈ لنلتھگو کی پرزور تعریف و توصیف کی اور کہا کہ اگر ان کی توقعات کے مطابق دستوری اسکیم (وفاق ہند) پر عمل درآمد ہو سکتا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کو نہ صرف یہ کہ اسی وقت جزوی حد تک حکومت خود اختیاری حاصل ہو گئی ہوتی بلکہ ارتقاء کی معمولی رفتار کے مطابق جو جنگ کی وجہ سے شاید اور تیز ہو جاتی۔ سے اب تک برطانوی دول مشترکہ کے ایک رکن کی حیثیت سے مکمل اور موثر حکومت خود اختیاری حاصل ہو گئی ہوتی۔

کانگریسی قائدین کا معاملہ

سر اسٹیفورڈ کرپس کی تجاویز ابھی تک اپنی جگہ پر قائم ہیں اور قائم رہیں گی۔ لیکن ہندوستان کے مختلف عناصر میں وہ سمجھوتہ جس کی کہ ضرورت ہے ابھی تک مفقود ہے۔ البتہ یہ سمجھوتہ ایسی حالت میں اور بھی دشوار ہو گیا ہے کہ سب سے اہم سیاسی جماعت کے قائدین قید میں اور ان کو دوسری جماعتوں سے گفت و شنید کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا لیکن لارڈ لنلتھگو کا یہ خیال بالکل بجا ہے کہ جو لوگ جنگ کے زمانہ میں دوسروں کو کھلم کھلا مخالفت کے لئے اکسانے کو تیار ہیں ان کو چٹ اور پٹ دونوں کے فائدے نہیں مل سکتے یعنی نہیں ہو سکتا کہ ایک طرف تو وہ حکومت کی اجازت سے دوسری جماعتوں کے ساتھ گفت و شنید جاری رکھیں اور دوسری طرف غیر دستوری طریقے سے اس حکومت کو الٹنے کی بھی کوشش کریں۔ قبل اس کے کہ ان کو ہندوستان کے دستوری مستقبل کے بندوبست میں کوئی حصہ لینے کے لائق سمجھا جائے۔ انہیں اس طریق کار کی تردید کرنا ہوگی۔"

حاصل کلام

مسٹر ایمرے نے آخر میں کہا۔ اب دیکھنا ہے کہ آیا ہندوستان کے باہر جاری فوجی فتوحات سے ہندوستان کی داخلی صورت حال میں ایسی باتیں رونما ہوئی ہیں جو ہندوستانی قائدین کو اس بات کی ترغیب دلا سکیں کہ ان کے لئے اب مناسب طریقہ یہی ہے کہ یک جا ہو جائیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایسی مراعات اور ایسے سمجھوتے کریں جس کے بغیر اور کسی چیز پر مکمل اور مستحکم حکومت خود اختیاری کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اگر ہندوستان کے سیاسی نظریہ میں ایسی کوئی تبدیلی ہوئی تو میرے خیال میں عام ہندوستانیوں اور سلطنت برطانیہ کی حکومت کی طرف سے بھی اس کا ہمدردانہ اور ہمت افزا جواب دیا جائے گا۔

موازنہ کے متعلق صدر آریہ پرتی ندھی سبھا کا بیان

حیدرآباد ۱۸ اکتوبر۔ حیدرآباد کے موازنہ سال ۱۳۵۳ف پر اظہار خیال کرتے ہوئے مسٹر نایک راؤ بیرسٹر صدر حیدرآباد اسٹیٹ آریہ پرتی ندھی سبھا نے ایک صحافتی ملاقات میں کہا کہ:۔

"مملکت حیدرآباد کی واقعتاً یہ خوش قسمتی رہی ہے کہ چند سال سے اس کا موازنہ بچت والا ثابت ہو رہا ہے اور ایسے نازک ترین زمانے میں جہاں دنیا معاشی بدحالی میں مبتلا ہے اور بڑے بڑے متمدن اقوام شب بہ شب قومی قرضوں میں مبتلا ہو رہی ہیں۔ ہمارے موازنہ کا یہ مسلسل توازن بہت غنیمت ہے۔ ہماری دیرینہ روایت اور پالیسی کو ایک مرتبہ اور پوری احتیاط اور دانشمندی کے ساتھ رکھا گیا ہے اور نئے صدر المہام بہادر نے دوسرا بچت والا موازنہ پیش کر کے مالی استحکام کو قوی تر کر دیا ہے اس سال وہ غیر معمولی مشکلات سے دوچار تھے جو موجودہ حالات کے سبب پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن انہوں نے نہ صرف ان مشکلات کا کامیاب مقابلہ کیا بلکہ اپنی دوراندیش پالیسی اور محتاط سیول سروس [illegible] پر موازنہ کے تعمیری اجزاء کو وسیع تر اور مفید تر بنا دیا ہے جس کی وجہ سے عظیم الشان مصارف کے باوجود بھی توازن برقرار اور بچت کے ساتھ ہے۔ ان خصوصیات میں سب سے نمایاں اور اطمینان آفریں خصوصیت اس موازنہ کی یہ ہے کہ آج جبکہ ساری جنگ اور دوسرے غیر معمولی حالات کے باعث ایک ایک پائی بچائی جا رہی ہے قومی تعمیری کاموں پر فراخی کے ساتھ رقوم دی گئی ہیں اور نہایت مفید مدات محفوظ قائم کئے گئے ہیں جن میں سے تعمیر اور جنگ کا محفوظہ نہایت اہم ہے۔"

ہم آزاد اور خود مختار رہیں اپنے لئے ایک وطن چاہتے ہیں۔ مسٹر ایچ۔ ایس سہروردی نے بنگال کے ہولناک غذائی حالات کا ذکر کیا اور اس کا الزام حق وزارت پر عاید کیا۔

کرپس کی پیش کش قائم ہے

ایمری کی تقریر پر تبصرہ

مدراس ۱۸ اکتوبر۔ کانگریسی لیڈروں سے گفت و شنید شروع کرنے کی ضرورت پر ڈاکٹر سبارائن نے زور دیا ہے۔ وزیر ہند نے پھر زور دیا ہے کہ کرپس کی پیش کش کھلا ہوا ہے اور رہے گا۔ لیکن مختلف عناصر میں ضروری اتفاق ابھی مفقود ہے۔ اگر حقیقتاً مسٹر ایمری اور ان کی حکومت کرپس کی پیش کش کی بنیاد پر ہندوستان کو آزاد کرنے میں مخلص ہیں تو انہیں اپنی حکومت سے متعلق چیدہ چیدہ لیڈروں کی رہائی اور گفت و شنید از سر نو شروع کرنے کی سفارش کرنی چاہئے۔ یہ برطانوی حکومت کے لئے نئی چیز نہیں کیونکہ مسٹر لائیڈ جارج نے آئرستانی باغیوں سے سمجھوتہ کیا تھا۔ مسٹر ایمری نے یہ بھی کہا کہ ہندوستانی سیاسی رہنما میں کسی ایسی پیش قدمی کا خیر مقدم وائسرائے ہمدردانہ اور حوصلہ افزا انداز سے کریں گے۔ ہمیں تو تعجب ہے کہ انہوں نے لارڈ ویول کو اپنے طور پر فیصلہ کرنے کی پوری آزادی دی ہے۔ برطانوی رائے عامہ کی راستہ ہو گئی ہے کہ بنگال کی غذائی صورت حال کی نزاکت کا حل صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب مرکز میں قومی حکومت ہو۔ اس لئے مجھے توقع ہے کہ نئے وائسرائے اور مسٹر ایمری وقار کی آڑ نہ لیں گے بلکہ کانگریسی لیڈروں سے گفت و شنید کریں گے۔ صرف یہی چیز فاتح ہندوستان کو متحدہ اقوام کی سعی جنگ کی موئید بنا سکتی ہے۔

وفاق پر وائسرائے کا ایقان

دہلی مسلم لیگ کی تنقید

نئی دہلی ۱۸ اکتوبر۔ دہلی کی صوبائی مسلم لیگ کا جلسہ آج رات جامع مسجد میں شیخ عبدالسلام کی صدارت میں ہوا ایک قرارداد میں ایوان والیان ریاست میں وائسرائے کی دوامی تقریر کے اس اعلان کو شبہ و تردد سے دیکھا گیا جس میں وفاقی اسکیم پر ایقان ظاہر کیا گیا ہے جو مسلمانان ہند کے لئے باعث خوف اور ناقابل قبول ہے ایسا کر کے وائسرائے نے دس کروڑ مسلمانان ہند کے احساسات کو مجروح کیا۔ جلسہ میں پاکستان پر ایقان کی توثیق کی گئی اور کہا گیا کہ وفاق وضع کئے گئے کسی شکل میں نفاذ کی مسلمانان ہند مخالفت کریں گے۔ [illegible] اور [illegible] نے جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ صوبہ سرحد اب مسلم لیگ کے تحت آگیا ہے اور کانگریس کا اقتدار ختم ہو رہا ہے مسلم لیگ [illegible] صوبوں میں [illegible] جاتی ہے۔ آج ان [illegible] صوبوں میں مسلم لیگ کی حکومت ہے۔ ہم ان سب جماعتوں میں قائم رہیں گے اور [illegible] نہیں دیں گے ہم اگر [illegible]

احمدیہ پریس چار مینار میں طبع ہوکر باہتمام سید حسین (عثمانیہ) دفتر مملکت سابقہ ترپ سے شائع ہوا۔